ملفوظاتِ چشتیہ میں بابا فرید الدین کے ذوق شعر وادب کا تعارفی مطالعہ

An Introductory Study of Baba Farid al-Din's Literary and Poetic Taste in the Malfuzat of the Chishti Sufis

Mr Ijaz Rassul
PhD Scholar,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University,
D.I. Khan, KPK, Pakistan
Email: ijazbhatti4649@gmail.com
Dr. Muhammad Naseer
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University,
D.I.Khan, KPK, Pakistan
Email: m.naseer7119@gmail.com

Abstract

One of the most distinguished spiritual personalities is Hazrat Baba Farid al-Din Mas'ud Ganj-i-Shakar ,whose personality reflects a remarkable synthesis of Sufism, asceticism, worship, morality, and poetry and literature. The verses and poetic themes found in his Malfuzat provide a profound reflection of his deep spiritual sensibility, eschatological consciousness, and reformative approach.For Baba Farid ,ؒpoetry was not merely a means of aesthetic pleasure or emotional expression; rather, it served as an effective medium for the remembrance of Allah, divine love, and the awakening of the heart. Prominent themes in his poetic expression include love for Allah Almighty, the longing for His vision and nearness, the transience of worldly life, remembrance of death, and accountability in the Hereafter.Through these themes, he sought to awaken human beings from heedlessness and direct their attention towards the reality that this world is only a temporary abode, whereas true success lies in attaining felicity in the Hereafter. Thus, in his poetry, consciousness of the Hereafter, remembrance of death, and spiritual awakening are not merely theoretical concepts; rather, they emerge as fundamental motivating forces for practical moral and spiritual reform. In the Malfuzat literature of Hazrat Sayyiduna Baba Farid al-Din Mas'ud Ganj-i-Shakar ,avoidance of associating partners with Allah, steadfastness in monotheism, encouragement towards righteous deeds, and adherence to religious obligations occupy a position of fundamental importance. His poetic teachings direct the individual beyond outward rituals towards sincerity, God-consciousness, and obedience to Allah Almighty. In particular,

adherence to prayer, fulfillment of acts of worship, and performance of righteous deeds are presented as the foundations of spiritual life. Thus, in his teachings, poetry becomes a vehicle for a reformative message that seeks to refine human belief and thought, worship and conduct, as well as morality and character.By examining the poetic references, major themes, and spiritual and reformative objectives reflected in Baba Farid al-Din's literary and poetic sensibility, this study seeks to demonstrate how his poetry and literary expression present fundamental Islamic concepts—such as divine love, longing for communion with Allah, consciousness of the Hereafter, remembrance of death, monotheism, righteous deeds, fulfillment of religious obligations, and prayer—in an effective literary and Sufi-oriented manner.

Keyword: Baba Farid, Malfuzat Literature, Divine Love, Tawhid, Remembrance of Death, Righteous Deeds, Religious Obligations

تعارف

برصغیر کی صوفیانہ روایت میں سلسلۂ چشتیہ کو محض ایک روحانی سلسلے کی حیثیت حاصل نہیں بلکہ اس نے فکر، اخلاق، معاشرت اور شعر و ادب کے میدان میں بھی گراں قدر اثرات مرتب کیے۔ اس روایت کے اکابر صوفیا نے اپنے روحانی تجربات، باطنی کیفیات اور اصلاحی افکار کو جہاں وعظ و نصیحت کے ذریعے عام کیا، وہیں شعر و ادب کو بھی انسانی دل کی تطہیر اور اصلاحِ احوال کا مؤثر ذریعہ بنایا۔ اسی درخشاں روایت کے ممتاز بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ ہیں، جن کی شخصیت میں تصوف، زہد، عبادت، اخلاق اور شعر و ادب کا حسین امتزاج نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ملفوظات میں وارد ہونے والے اشعار اور شعری مضامین ان کے عمیق روحانی ذوق، فکرِ آخرت اور اصلاحی منہج کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ بابا فریدؒ کے ہاں شعر محض جمالیاتی لطف یا اظہارِ جذبات کا وسیلہ نہیں بلکہ ذکرِ الٰہی، محبتِ خداوندی اور بیداریِ قلب کا مؤثر ذریعہ ہے۔ ان کے شعری ذوق میں اللہ تعالیٰ سے محبت، اس کے دیدار اور قرب کی آرزو، دنیا کی بے ثباتی، موت کی یاد اور آخرت کی جواب دہی جیسے مضامین نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ انسان کو غفلت سے نکال کر اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے اور حقیقی کامیابی آخرت کی فلاح میں مضمر ہے۔ چنانچہ ان کے کلام میں فکرِ آخرت، یادِ موت اور بیداریِ آخرت محض نظری تصورات نہیں بلکہ عملی اصلاح کے بنیادی محرکات بن کر سامنے آتے ہیں۔

ملفوظاتی ادب میں صوفیانہ اشعار کی اہمیت

ملفوظات اور صوفیانہ ادب اردو ادب کی تخلیقی بنیادوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ صوفیۂ کرام کی تعلیمات اور ان کے اقوال نے نہ صرف اردو شاعری کے مواد و مفاہیم میں اضافہ کیا بلکہ زبان کے اسلوب اور بیان کو بھی وسعت بخشی۔ یہ اثر صرف لفظی نہیں بلکہ فکری اور روحانی جہتوں میں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے، جس سے اردو ادب میں تصوف کا خاص رنگ پیدا ہوا۔ ڈاکٹر نفیس اقبال لکھتے ہیں:

اگر صوفیانہ اشعار کو خارج کر دیا جائے تو اردو کا نصف سے زیادہ سرمایۂ شاعری باقی نہ رہے۔ تصوف نے نت نئے الفاظ و اصطلاحات اور تلمیحات داخل کر کے اردو شاعری کو وسعت بخشی۔[1]

صوفیانہ فکر اور ملفوظات نے اردو ادب، خصوصاً شاعری، پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تصوف نے اردو شاعری میں نئے الفاظ، اصطلاحات اور تلمیحات متعارف کرائے، جس سے زبان کی وسعت اور اسلوب کی نرمی میں اضافہ ہوا۔ اگر صوفیانہ اشعار کو نکال دیا جائے تو اردو شاعری کا نصف سے زیادہ سرمایہ ضائع ہو جائے، جو اس صنف کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ملفوظات کی زبان، بیان اور فکری گہرائی نے شاعری کو صرف ادبی نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی رنگ بھی دیا، جس نے اردو ادب کو منفرد اور جامع بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

فرید الدین کے ذوقِ شعر و ادب میں پنجابی رنگت کی تاثیر

ملفوظاتی ادب میں زمانہ اور ماحول کا لحاظ ایک نمایاں پہلو ہے۔ صوفیۂ کرام نے اپنے مشن کو عام کرنے اور عوامی ذہن و دل تک پیغام پہنچانے کے لیے مقامی بولیوں اور زبانوں کا استعمال کیا جیسے بابا فرید الدین کے اشعار پنجابی میں ہیں۔ اس سے نہ صرف تعلیمات کی رسائی میں اضافہ ہوا بلکہ ملفوظات میں زمانے کی روح، سماجی حالات اور عوامی رجحانات بھی جھلکتے ہیں، جس سے یہ ادب اپنے عہد کا عکاس بن گیا۔ ڈاکٹر طفیل احمد مصباحی لکھتے ہیں:

صوفیۂ کرام نے اپنے مشن کی تبلیغ و توسیع کے لیے مقامی بولیوں کا سہارا لیا اور زمانے کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے عوام کی زبان میں تحریر و تقریر کا سلسلہ شروع فرمایا۔[2]

بابا فرید الدین نے اپنے مشن اور تبلیغی مقاصد کے لیے زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھا۔ ان کے پنجابی اشعار کا مقامی بولی اور عوامی زبان میں ہونا انہیں سامعین کے قریب لے آیا اور ملفوظات کی افادیت میں اضافہ کیا۔ اس سلسلے میں بابا فرید الدین کے ملفوظات نہ صرف روحانی اور اخلاقی تعلیمات کا ذریعہ بنے بلکہ معاشرتی اور ثقافتی حالات کی جھلک بھی فراہم کرتے ہیں۔ زمانے کے مطابق زبان اور بیان کو ڈھالنے کے عمل نے ملفوظات کو ہر دور کے مطالعہ کے قابل اور عوامی تجربے سے قریب بنایا، اور یہ ادب اپنے عہد کی سوانح اور فکری رنگت کی عکاسی کرنے لگا۔

ذوقِ شعر وادب: ممانعت کی تخصیص

صحیح بخاری، کتاب الادب کی روایت ہے کہ:

وَقَوْلِهِ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ {224} أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ {225} وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لا يَفْعَلُونَ {226} إِلا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ {227} سورة الشعراء آية 224-227 قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُونَ

اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الشعراء میں) فرمایا "شاعروں کی پیروی وہی لوگ کرتے ہیں جو گمراہ ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ، وہ باتیں کہتے ہیں جو خود نہیں کرتے۔ سوا ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے عمل صالح کئے اور اللہ کا کثرت سے ذکر کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو انہوں نے اس کا بدلہ لیا اور ظلم کرنے والوں کو جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ «في كل لغو يخوضون.» کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک لغو بے ہودہ بات میں گھستے ہیں۔[3]

زمخشری فرماتے ہیں کہ:

"وہ شعراء جو مندرجہ ذیل چار صفات کے حامل ہوں، ان شعراء کی صف میں شمار نہیں ہوں گے جن کی قرآن کریم میں مذمت وارد ہوئی ہے، اور اس کی وجہ انہی آیات کے آخر میں آنے والا استثناء ہے: ﴿ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ﴾ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے اور خدا کو بہت یاد کرتے رہے۔ وہ چار صفات یہ ہیں: 1۔ ایمان 2۔ عمل صالح 3۔ مقصود دعوت حق ہو 4۔ ناحق کسی کی ہجو اور ذم نہ ہو"[4]

یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں وہ شعراء جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں شعر کہتے تھے اور منکرین وحی کی ہجائیہ اشعار کا جواب دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور سوال کیا کہ ہم شعر کہیں یا چھوڑ دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار اور زبان دونوں سے جہاد کرتا ہے اور تم جو شعر کہتے ہو اس کا مقصد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شرف کا تحفظ ہے۔

اشعارِ حکمت کو داد و تحسین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بخاری کی روایت کے مطابق کہ

أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً".

حضرتِ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعض شعروں میں دانائی ہوتی ہے۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً بعض شعر پر حکمت ہوتے ہیں"۔ صحابہ کرام کو اسلام کی عظمت اور نبی کی مدحت میں کثرت سے اشعار کہنے کا موقع فراہم کیا۔ یوں تو صحابہ کرام میں کثرت سے شعراء تھے، جیسا کہ ایک مقالہ میں تین سو سے زائد شعراء کے اشعار کو جمع کیا گیا ہے، لیکن تین صحابہ کرام ایسے تھے جو "شعراء الرسول" کے لقب سے ملقب تھے، وہ ہیں حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم۔"[5] ڈاکٹر سجاد نصیر ساگر لکھتے ہیں:

"جب شعراء کی مذمت میں یہ آیات اتریں کہ "شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں اور وہ لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں" تو مذکورہ تینوں صحابہ کرام حضور ﷺ کے پاس روتے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں اور وہ بہتر جانتا ہے کہ ہم شعراء ہیں" تو نبی کریم ﷺ نے ان آیات سے متصل اس آیت کی تلاوت فرمائی، جس میں ان شعراء کو مستثنیٰ کر دیا گیا، جو اپنے شعر کا ایک صالح مقصد رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ اس آیت کی تلاوت اس انداز سے کر کے ان کی دلجوئی فرمائی "مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں) جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے"۔ آپ نے فرمایا "وہ تم ہیں"۔ اس روایت سے تینوں صحابہ کرام کی شاعرانہ عظمت کا پتہ چلتا ہے، پھر ان میں خصوصاً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سارے صحابہ شعراء بلکہ سارے عالم کے نعت خوانوں کی سیادت کا شرف حاصل ہے۔ جن کے لئے مسجد نبوی میں منبر رکھا جاتا، جس پر وہ کھڑے ہو کر کافروں کی ہجو اور حضور نبی کریم ﷺ کی مدح فرماتے، جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت حسان کو یہ کہتے ہوئے سنا "بے شک روح القدس (حضرت جبرئیل علیہ السلام) تمہاری مدد کرتے رہیں گے جب تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے مدافعت کرتے رہو گے"[6]

یہاں پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا خاص ذکر ہے یہ صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کے دیوان کا پہلا قصیدہ جو فتح مکہ سے پہلے انہوں نے کہا تھا، اس کے دو شعر تو ایسے ہیں جن کی بناء پر حضور ﷺ نے دو مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اس روایت سے نعت شریف کی غیر معمولی اہمیت و عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

فرید الدین مسعود کے حکمت بھرے اشعار

جیسا کہ حدیثِ رسول اللہ ﷺ میں ہے۔ بخاری کی روایت کے مطابق کہ: أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً". حضرتِ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بعض شعروں میں دانائی ہوتی ہے۔

سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے اشعار حکمت و نصیحت کا مرقع ہیں ذیل میں انکی امثال پیش کروں گا۔ کہیں قبر و حشر کہیں آخرت تو کہیں تعلق باللہ کی حسین مثال ہیں۔

ایمان باللہ اور کلام بابا فرید

ایمان باللہ اور افکار صوفیہ کا تعارف

ایمان باللہ اور شرک دینِ اسلام کے بنیادی افکار و نظریات میں سے اولین حیثیت رکھتے۔ صوفیائے عظام کی حیات و تعلیمات میں بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے صوفیائے عظام تو ایمان باللہ اور شرک سے متعلق امور کو انتہائی محتاط نگاہ سے دیکھتے تھے جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کا قول ہے کہ:

جو دم غافل سو دم کافر مرشد اہ پڑھایا ہو[7]

حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

جے جاناں لڑ چھجنا پیڑھی پائیں گنڈھ

تَیں جے وڈ میں نہ کو سبھ جگ ڈِٹھا ہنڈھ[8]

(اگر شک ہو کہ اللہ سے تعلق ٹوٹنے والا ہے تو عقائد و ایمان کی گرہ مضبوط کر لی جائے۔ اے میرے مالک میں نے سارا جگ گھوم آزما کر دیکھا، تجھ سے بڑا کسی کو نہیں پایا۔)

ایمان باللہ اور شرک کے تصور کو صوفیانہ افکار کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک ایمان ایک محض اعتقادی امر نہیں بلکہ ایک مسلسل روحانی بیداری کا نام ہے۔

شرک باللہ سے اجتناب

چشتی صوفیا کے ملفوظات میں بھی یہی فکر نمایاں نظر آتی ہے کہ ایمان کا حقیقی تقاضا بیداری، احساسِ ذمہ داری اور حق کے ساتھ وابستگی ہے۔ وہ شرک کو صرف بت پرستی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ہر وہ عمل جو انسان کو اللہ سے دور کرے، ایک نوع کا شرک تصور کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں موجودہ دور کے حالات پر غور کیا جائے تو صوفیانہ تعلیمات ایک عملی پیغام دیتی ہیں کہ خاموشی، بے حسی اور ناانصافی پر عدمِ ردعمل بھی ایک طرح کی روحانی غفلت ہے۔

صوفیائے کرام کا تصورِ ایمان انسان کو محض عقیدہ تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اسے ایک فعال، بیدار اور با عمل شخصیت میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ چشتی صوفیا کے افکار آج بھی اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ حقیقی ایمان وہی ہے جو انسان کے کردار، عمل اور معاشرتی رویوں میں واضح طور پر جھلکے اور اسے حق و صداقت کے قیام

کے لیے متحرک کرے۔ چشتی صوفیا کے ملفوظاتی ادب میں اشعار کو بڑی اہمیت حاصل ہے جیسا کہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

فریدا،، جے توں عقل لطیف کالے لکھ نہ لیکھ

اپنے گریوان میں سر نیواں کر ویکھ[9]

"کالے لکھ" سے مراد کبیرہ گناہ ہیں اور کبیرہ گناہ کا ذکر جب حدیث میں ملتا ہے تو اول شرک ہے۔ جس سے متعلق فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ، قَالَ: ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرَ، أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ، فَقَالَ: " الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ قَالَ: قَوْلُ الزُّورِ، أَوَ قَالَ: شَهَادَةُ الزُّورِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَأَكْبَرُ ظَنِّي أَنَّهُ شَهَادَةُ الزُّورِ.[10]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے گناہوں کا تذکرہ فرمایا (یا آپ سے بڑے گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا) تو آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔" (پھر) آپ نے فرمایا: "کیا تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟" فرمایا: "جھوٹ بولنا (یا فرمایا: جھوٹی گواہی دینا)" شعبہ کا قول ہے: میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ "جھوٹی گواہی" ہے۔

حدیثِ مذکورہ میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے جن کی طرف سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

فریدا،، جے توں عقل لطیف کالے لکھ نہ لیکھ

اپنے گریوان میں سر نیواں کر ویکھ[11]

صوفیاء کی جماعت تو وہ ہے جو ورع اور پرہیز گاری میں اس قدر محتاط ہے کہ وہ تو اپنے ایک لمحے کو بھی اللہ اور اس کے ذکر سے خود کو غافل غافل پاتے ہیں تو اسے بڑا گناہ سمجھتے ہیں اور یہ شرک سے اجتناب کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسا کہ سلطان باہو فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر مرشد اہ پڑھایا ہو

سوڑایا سخن گئیاں کھل اکھیں چت مولیٰ ول لایہ ہو

کیتی جان حوالے رب دے ایسا عشق کمایا ہو
مرن توں اگے مر گئے باہوؔ تاں مطلب نوں پایا ہو[12]

پہلے مصرعے میں "جو دم غافل، سو دم کافر" کے الفاظ میں صوفیانہ فلسفہ بیان ہوا ہے۔ یہاں "دم" سانس کو ظاہر کرتا ہے، یعنی اگر کوئی لمحہ بھی غفلت میں گزر جائے، تو وہ کفر کے مترادف ہے۔ یہ کفر اصطلاحی یا مذہبی معنوں میں نہیں بلکہ روحانی بے حسی اور حقیقتِ مطلق سے دوری کے مفہوم میں آیا ہے۔ آج کے دور میں، جہاں مادی خواہشات، طاقت کی ہوس، اور مفادات کی سیاست نے انسانی ذہن کو جکڑ رکھا ہے، وہاں حقیقی مقصد کی پہچان کھو چکی ہے۔

اللہ سے شوقِ ملاقات اور ذوقِ شعر و ادب

اسلامی روحانیت میں موت کو فنا نہیں بلکہ بقا کے دروازے کے طور پر دیکھا جاتا ہے، کیونکہ یہ بندے کو اپنے رب سے ملاقات تک پہنچاتی ہے۔ اسی نسبت سے اہلِ معرفت کے ہاں "لقاء اللہ" کی خواہش پیدا ہوتی ہے جو موت کے خوف کو محبت میں بدل دیتی ہے۔ حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

گھڑیے گھڑیے ماریے پہریں لہے سزاءِ
سوہیڑا گھڑیال جئیوں ڈُکھی رَین وِہاءِ

(اسے گھڑی گھڑی مارا جاتا ہے اور وہ پہروں سزا بھگتا ہے۔ میرا دل بھی گھڑیال کی طرح ساری رات دکھ میں کاٹتا ہے۔ خدا اسے نیک بخت بنائے یہ اللہ سے ملاقات کے شوق میں ہر گھڑی تڑپ رہا ہے۔)

سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے ملفوظات میں یہ تصور نمایاں ہے کہ جب دل میں اللہ کی محبت کامل ہو جائے تو موت سے نفرت نہیں رہتی بلکہ وہ محبوبِ حقیقی سے ملاقات کا وسیلہ بن جاتی ہے۔ یہ کیفیت زہد، توکل اور محبتِ الٰہی کے اعلیٰ مراتب میں شمار کی جاتی ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّه فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا[13]

پس جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو وہ نیک عمل کرے۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً[14]

اے مطمئن نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ چل، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ہے۔

جب دل میں اللہ کی محبت راسخ ہو جاتی ہے تو موت کا خوف باقی نہیں رہتا بلکہ موت اللہ سے ملاقات کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اہلِ دل موت کو بُرا نہیں سمجھتے بلکہ اسے وصالِ محبوب کا دروازہ جانتے ہیں۔ دنیا کی محبت کو دل سے نکالو تا کہ اللہ کی ملاقات کی طلب پیدا ہو۔ جو شخص اللہ کو محبوب بنا لے اس کے لیے موت نعمت بن جاتی ہے نہ کہ مصیبت۔

موت و عالم برزخ سے متعلق شعر و ادب

ایک مسلمان کیلئے "ایمان بالیوم الآخرۃ" اسلامی عقائد کا وہ بنیادی ستون ہے جس پر انسانی فکر، اخلاق اور عمل کی پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے بار بار آخرت، حساب، میزان اور جزا و سزا کے مناظر کو بیان کر کے انسان کو ذمہ دار زندگی کی طرف متوجہ کیا ہے۔ حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

دو دیویں بلندیاں ملک بہیٹھا آء

گڑھ لیتا گھٹ لُٹیا دیوڑے گیا بُجھاء[15]

(اے فرید! آنکھوں کے دونوں دیے جلتے ہوئے بھی ملک الموت ان پر آئی۔ اس نے قلعہ سر کیا، گھاٹ کو لُوٹا اور دیے بجھا کر چل دیا۔)

مزید فرماتے ہیں:

دیکھ فریدا جو تھیا داڑھی ہوئی بُھور

اگّا نیہڑے آیا پچھا رہیا دُور[16]

(اے فرید! تو نے اس طرف بھی خیال نہ کیا کہ تجھ میں کس قسم کی تبدیلی آ رہی ہے۔ تیری داڑھی کا رنگ بدل رہا ہے۔ گویا عاقبت نزدیک آ رہی ہے اور ماضی دُور ہوتا جا رہا ہے۔)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ[17]

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه ۝[18]

پس جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا، اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

صوفیائے عظام کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں عقائد کی اصلاح اور اس کی تقویت پر زور دیا اور عقائد کی اصلاح کی ایسی کی مثالیں سلسلہ چشتیہ میں ملتی ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے ملفوظات میں ایمان بالآخرت کو محض عقیدے تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اسے اصلاحِ نفس، ترکِ دنیا اور ذکرِ الٰہی کی عملی تحریک کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک آخرت کا یقین انسان کے دل میں خوفِ خدا اور امیدِ رحمت دونوں کو متوازن کرتا ہے۔

آخر موت ہے سے متعلق ذوقِ شعر و ادب

موت کی یاد اسلامی تربیت میں ایک بنیادی اصلاحی عنصر ہے جو انسان کے دل سے غفلت، طمع اور دنیا کی محبت کو کم کرتی ہے۔ حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

کندھی اُتّے رُکھڑا
کِچرک بنھے دھیر
کچّے بھانڈے رکھیے
کِچر تائیں نیر

(کنارے پر اُگا ہوا پیڑ کب تک وہاں رہ سکتا ہے۔ اے فرید! کچے برتن میں ہم کب تک پانی کو سنبھال سکتے ہیں۔)

عملِ صالح سے متعلق ذوقِ شعر و ادب

موت کا یقین اسلامی فکر میں غفلت کو توڑنے اور انسان کو ذمہ دار زندگی کی طرف متوجہ کرنے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے مشائخ کے ملفوظات میں "استعدادِ موت" کو ایک مستقل روحانی کیفیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

دُکھاں سِیتی دینہہُ گیا
سولاں سیتی رات
کھڑا پکارے پاتنی
بیڑا کپّر وات[19]

اے فرید! دن تو دُکھوں میں گزر گیا اور رات کانٹوں میں کٹ گئی۔ ملاح پُکارے جا رہا ہے کہ کشتی طوفان کی زد میں ہے۔

یعنی بندہ ہر لمحہ اپنے رب سے ملاقات کے لیے تیار رہے۔ ان کے نزدیک یہ تیاری صرف ظاہری اعمال تک محدود نہیں بلکہ دل کی صفائی، نیت کی درستی اور دنیا سے بے رغبتی پر مشتمل ایک باطنی کیفیت ہے۔ موت کی یاد انسان کو گناہوں سے بچاتی اور اصلاحِ نفس کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[20]

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ[21]

اور کوئی جان نہیں جانتی کہ وہ کل کیا کمائے گی اور نہ یہ کہ کس زمین میں مرے گی۔

اخروی بیداری سے متعلق ذوقِ شعر و ادب

حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر اپنے پنجابی کلام میں فرماتے ہیں:

دریاوے کنّے بگلا بیٹھا کیل کرے

کیل کریندے ہنجھ نُوں اچنتے باز پئے

باز پئے تِس رب دے کیلاں وِسریاں

جو من چِت نہ چیتے سن سو گالھیں رب کیاں[22]

(اے فرید! دریا کے کنارے بگلا بیٹھا ہوا نازنخرے کر رہا تھا۔ اس عالم میں اچانک ایک باز آن جھپٹا۔ وہ باز تو منشاایزدی تھا جس نے سارے ناز نخرے بُھلا دیے اور وہ کچھ ہوا جس کا گُماں تک نہیں تھا۔)

چشتی ملفوظات میں آخرت کے ذکر سے پیدا ہونے والے گریہ کو روحانی بیداری اور قلبی اصلاح کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان افادات میں رونا محض جذباتی ردعمل نہیں بلکہ توبہ، خشیت اور قربِ الٰہی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ تصور قرآن کے اس اسلوب سے ہم آہنگ ہے جس میں مومنین کی صفت خشوع اور گریہ بیان کی گئی ہے۔

تاکید نماز سے متعلق ذوقِ شعر و ادب

شیوخ نماز کو یادِ الٰہی کی اصل قرار دیتے اور غفلت کفر جیسی سمجھتے تھے اور نماز کی بے حد تلقین کرتے۔ ایمان لانے کے بعد انسان کے مسلمان ہونے کی سب سے بڑی نشانی نماز کی پابندی کرتا ہے۔ کیونکہ باقی تمام عبادات ہر کسی پر فرض نہیں اور ہر روز ادا نہیں کی جاتیں۔ زکوۃ صاحب نصاب پر سال کے بعد فرض ہوتی ہے۔ روزہ سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینے (رمضان) میں فرض ہے۔ حج صاحب استطاعت پر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ اس لیے یہ تمام عبادات مسلمان کی نمایاں نشانی اور کھلی پہچان نہیں بن سکتیں لیکن نماز ہر روز ہر دن میں مسلمان کی پہچان ثابت ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بنی نوع انسان کی اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادات کے جن طریقہ ہائے کار کی طرف رہنمائی کی اُن میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں آکر نماز پڑھنا سرفہرست ہے۔

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ[23]

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔)

مشائخ چشتیہ سے قبل جب ہم انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ نماز پر مداومت اختیار کرتے رہے اور اپنے اہلخانہ کو بھی اس کی ادائیگی کی تلقین کرتے رہے

جو سِر سائیں نہ نِویں سو سِر کپیجے کاءِ

کُنّے ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھاںءِ[24]

(جو سر خدا کے آگے نہ جھکے ایسے سر سے کیا حاصل؟ اسے تو ایندھن کی طرح کسی برتن تلے جلا دینا چاہیے۔)

بابا فرید الدین کے نزدیک نماز ذکرِ الٰہی کی سب سے جامع صورت ہے، کیونکہ اس میں زبان ذکر کرتی ہے، جسم عبادت میں جھکتا ہے اور دل اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ صوفیاء کے ہاں غفلتِ قلبی روحانی ترقی کی بڑی رکاوٹ سمجھی جاتی ہے۔ اس لیے وہ نماز کو محض حرکات و سکنات نہیں بلکہ یادِ الٰہی کی ایسی کیفیت قرار دیتے ہیں جو انسان کو غفلت سے نکال کر حضور کی طرف لے جاتی ہے۔

خلاصہ تحقیق

حضرتِ سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے ملفوظاتی ادب میں شرک باللہ سے اجتناب، توحید پر استقامت، عملِ صالح کی تلقین اور فرائض کی پابندی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ان کے شعری افادات انسان کو ظاہری رسوم سے آگے بڑھ کر اخلاص، خشیت اور اطاعتِ الٰہی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ بالخصوص نماز کی پابندی، عبادات کی ادائیگی اور نیک اعمال کو روحانی زندگی کی اساس قرار دیا گیا ہے۔ یوں ان کے ہاں شعر ایک ایسے اصلاحی پیغام کا حامل بن جاتا ہے جو انسان کے فکر و عقیدہ، عبادت و عمل اور اخلاق و کردار، سب کو سنوارنے کی کوشش کرتا ہے۔ بابا فرید الدین کے ذوقِ شعر و ادب میں موجود شعری اشارات، ان کے بنیادی موضوعات اور ان کے روحانی و اصلاحی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ ان کا شعر و ادب کس طرح محبتِ الٰہی، شوقِ ملاقات، فکرِ آخرت، یادِ موت، توحید، عملِ صالح، فرائض اور نماز جیسے بنیادی اسلامی تصورات کو مؤثر ادبی اور صوفیانہ پیرایے میں پیش کرتا ہے۔ اس اعتبار سے بابا فریدؒ کا شعری ذوق چشتیہ کی اس اصلاحی روایت کا اہم مظہر ہے جس میں شعر دل کی بیداری، نفس کی اصلاح اور بندے کو اپنے حقیقی مقصدِ حیات کی طرف متوجہ کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حواشی

[1]ڈاکٹر نفیس اقبال، ضربیں، ص38

[2]مصباحی، طفیل احمد، مکتوبات و ملفوظاتِ صوفیہ، ص42

[3]بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الادب، (الرقم الحدیث:6145)، ج3، ص49

[4]زمخشری، الکشاف، ج2ص:125

[5]سعد اللہ شاہ "عرب اور موسیقی "ص371

[6] ساگر، سجاد نصیر "تاریخِ موسیقی "ص240

[7]سلطان باہو، ابیاتِ سلطان باہو، شرح: پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی (لاہور، پروگریسو بکس اردو بازار، 2011ء)، ص:328

[8]گنج شکر، بابا فرید الدین، مسعود، کلام بابا فرید، ص43

[9]بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شرح کلامِ بابا فرید، شرح: مولانا غلام حسن قادری (لاہور، قادری بک ڈپو اردو بازار) ص:327

[10]ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، الرقم الحدیث:261، (لبنان، دار إحیاء التراث العربي، 1421ھ) ج1، ص:284

[11] بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شرح کلامِ بابا فرید، شرح: مولانا غلام حسن قادری (لاہور، قادری بک ڈپو اردو بازار) ص:327

[12]سلطان باہو، ابیاتِ سلطان باہو، شرح: پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی (لاہور، پروگریسو بکس اردو بازار، 2011ء)، ص:328

[13]الکہف:110

[14]الفجر:27–28

[15]گنج شکر، بابا فرید الدین، مسعود، کلام بابا فرید، ص56

[16]ایضاً

[17]العنکبوت:57

[18]الزلزال:7–8

[19]گنج شکر، بابا فرید الدین، مسعود، کلام بابا فرید، ص55

[20]آل عمران:185

[21]لقمان:34

[22]گنج شکر، بابا فرید الدین، مسعود، کلام بابا فرید، ص54

[23]البقرۃ:43

[24]ڈاکٹر نذیر احمد، کلام بابا فرید؛ ص:43

مصادر و مراجع

القرآن الکریم۔

اقبال، ڈاکٹر نفیس، ضربیں، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1986ء۔

باہو، سلطان، سلطان العارفین، ابیاتِ سلطان باہو، شرح: پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی، لاہور، پروگریسو بکس، 2011ء۔

بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، بیروت، دار طوق النجاۃ، 1422ھ۔

زمخشری، محمود بن عمر، ابو القاسم جار اللہ، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، بیروت، دار الکتاب العربي، 1407ھ۔

ساگر، سجاد نصیر، تاریخِ موسیقی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 2017ء۔

شاہ، سعد اللہ، عرب اور موسیقی، لاہور، مکتبہ علم و عرفان، 2021ء۔

فریدی، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ، شرح کلام بابا فرید، شرح: مولانا غلام حسن قادری، لاہور، قادری بک ڈپو، 2019ء۔

فریدی، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، شیخ، کلام بابا فرید، مکتبہ فریدیہ ہائی سٹریٹ ساہیوال 2011ء۔

مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، ابو الحسین، صحیح مسلم، بیروت، دار إحیاء التراث العربي، 1421ھ۔

مصباحی، طفیل احمد، مکتوبات و ملفوظاتِ صوفیہ، کراچی، مکتبہ اہل سنت، 1998ء۔

نذیر احمد، ڈاکٹر، کلام بابا فرید، پروگریسو بکس، اردو بازار لاہور، 2001ء۔